© rasailojaraid.com

عبدالرحمٰن کے انتقال کے بعد اس کام کی ذمہ داری اس کے بیٹے ہشام کے سر آئی اس نے باپ کے اس نامکمل کام کی تکمیل کا ارادہ کیا اور اس نے اپنی ساری توجہ اس عالی شان مسجد کی تعمیر پر مرکوز کر دی، یہ ہشام بھی آخر اسی عبدالرحمٰن کا لخت جگر تھا جس نے کام کا افتتاح کیا تھا، چنانچہ باپ کی سنت اس نے بھی باقی رکھی اور روزانہ مزدوروں کے ساتھ بنفس نفیس کام کرنے لگا، ہشام اس کام میں بے دریغ خرچ کرتا رہا اور پوری جدوجہد کو جاری رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ کی نامکمل مسجد کی تکمیل اس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لی اور عبدالرحمٰن کی سپرد کی ہوئی خدمت انجام کو پہنچ گئی۔ ہشام نے اس کام کی تکمیل میں مزید ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار اشرفی، صرف کئے ۔[۱]

اسی حد پر آکر مسجد کا کام ختم نہیں ہو گیا بلکہ ان کے بعد ان کی اولاد نے مسلسل یہ کام جاری رکھا، یکے بعد دیگرے نو بادشاہوں نے اس مسجد کی وسعت و آرائش میں حصہ لیا، اور سبھوں نے پوری سخاوت سے اس کی عمارت پر صرف کیا چنانچہ بعد میں جو شان و شوکت پیدا ہوئی وہ اس سے بہت زیادہ تھی جو باپ نے پیدا کی تھی، حسن و لطافت میں یہ جامع مسجد دو بالا ہو گئی بلکہ کہنا چاہیے کہ نزاکت اور پاکیزگی کا اسی پر خاتمہ ہو گیا، اور دنیا میں اس مسجد نے نمبر اول حاصل کر لیا۔

غور کیجیے اس کے بنانے اور وسیع کرنے میں دس پانچ سال نہیں، بلکہ اول سے آخر تک مسلسل دو سو برس لگے کیونکہ ہر حکمراں نے اپنے وقت میں اپنا جوش عمل اسی پر نچھاور کیا اور تعمیری عقیدت و محبت کے پھول اسی کے قدموں پر چڑھاتے، پھر واضح رہے ان میں کوئی بادشاہ پست حوصلہ اور مفلس نہ تھا، بلکہ یہاں بلند حوصلگی اور دولت دونوں کی بہتات تھی، ایسی بہتات جس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس عمارت میں وہ پختگی اور استحکام ہے کہ جو حصہ وحشی بادریوں کی

---

[۱] اخبار الاندلس صفحہ ۳۵۴ باب نہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دست برد سے بچ گیا ہے وہ آج بھی نو (۹) صدیاں گذر جانے کے باوجود اسی طرح تازہ ہے جیسے کل ہی معماروں نے تیار کیا تھا اس پر امتدادِ زمانہ کا بظاہر کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا دیمک کس کو کہتے ہیں اس مسجد کی لکڑیاں اس سے آشنا بھی نہیں ہیں۔

مسجد پر جو دولت صرف ہوئی اس کا اندازہ آئندہ تفصیل سے ہوگا، کہ مسلمان حکمرانوں نے اس پر کس قدر خرچ کیا، اہل عرب اس مسجد کی قیمت کا اندازہ ڈیڑھ کروڑ دینار سرخ لگاتے ہیں جو دوسری تمام مسجدوں کے اخراجات سے بڑھا ہوا ہے، کسی ایک مسجد پر اتنی رقم کہیں اور نظر نہیں آتی[1]

جامع قرطبہ تکمیل کو پہنچی تو اس کی لمبائی چھ سو بیس (۶۲۰) فٹ اور چوڑائی چار سو چالیس (۴۴۰) فٹ تھی، اندر جانے کے لئے محراب نما اکیس[2] دروازے تھے، چھت کی حفاظت کے لئے سیسہ کی ایک انچ موٹی چادر لگائی گئی تھی، شمالی دیوار تیس[3] فٹ بلند تھی اور دریا کے قرب کے ساتھ اس دیوار کی بلندی بڑھتی جاتی تھی، کیونکہ اس طرف نشیب تھا، وادی الکبیر کے کنارے پہنچ کر ستر (۷۰) فٹ تک پہنچ گئی تھی[4]

دروازے جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے تین دروازے مستورات کے لئے مخصوص تھے ان تمام دروازوں پر زرد اور سرخ چینی کا کام تھا اور ان کی سرخ اور نیلی زمین پر جگہ جگہ سنہرے رنگ کے کتبے لگے تھے، جو خالص سونے سے لکھے گئے تھے، کواڑوں پر خوبصورت اور صاف و شفاف تانبے کے پترے لگائے گئے تھے، کہیں کہیں کواڑوں پر خوبصورت خوشنما کڑے لگے تھے جو سنگ دہنہ کے بنے تھے، علاوہ ازیں تمام دروازوں پر چھپے ہوئے چمڑے کے پردے پڑے تھے جن پر رنگین بیل بوٹے نمایاں معلوم ہوتے تھے۔

ستونوں کی تعداد چودہ سو سے زائد تھی، اندر پہنچ کر آدمی ان کے ہجوم میں کھو جاتا تھا اور ان کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا تھا، ایک کنارے سے کھڑے ہو کر دوسرے کنارے کی طرف جب

---

[1] اخبار الاندلس صفحہ ۷۶ [2] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظر کی جاتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ ستونوں کا یہ سلسلہ کہیں جاکر ختم ہی نہیں ہوا ہے ان ستونوں کا زیادہ حصّہ سونے سے ڈھکا ہوا تھا، ان کے اوپر دوہرے دوہرے سفید و سرخ رنگ کے محراب تھے اور ان کی محرابوں کے اوپر چھت، عجیب و غریب گلکاری کے کام کئے ہوئے تھے جگہ جگہ خوبصورت اور دلربا طرز میں قرآن پاک کی آیتیں کندہ تھیں، چھت کہیں دیکھنے سے بیضوی، کہیں شش پہل اور کہیں گول تھی۔[1]

مسجد کا فرش مختلف رنگین پتھروں سے بنایا گیا تھا، ان کا نقشہ گو سادہ تھا مگر بڑا ہی جاذب نظر اور خوش منظر تھا، جالیاں زبرجد کی تھیں اور بہت لطیف تھیں، پھول پتیوں کا یہ عالم تھا ایک دوسرے سے ملتی نہ تھیں ہر ایک کا رنگ و روپ اور شکل و صورت علیحدہ تھی۔

گنبد کے متعلق "صاحب تمدن عرب" کا بیان ہے کہ ایک ہزار ترانوے (۱۰۹۳) ستونوں پر قایم تھا، ستون مختلف رنگ کے تھے مگر سب سنگ مرمر کے تھے، ستونوں کو عجیب دلنشین طرز سے نصب کیا گیا تھا، ایک مربع میں پانچ ستون تھے۔[2] مسجد کا جنوبی حصہ وادی الکبیر کی طرف پڑتا تھا اس طرف انیس[19] دروازے تھے، ان میں سے ہر ایک پر کانسے کی پترایاں چڑھی ہوئی تھیں ان چادروں پر باریک کام کئے ہوئے تھے، بیچ کے دروازہ پر کانسے کے بجائے سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی، مشرق و مغرب کی جانب بھی اسی قسم کے نو نو دروازے تھے

اخبار الاندلس کا مصنف رقم طراز ہے کہ اس مسجد کی عمارت کے لئے امیریا اور غرناطہ کی کانوں سے بڑی مقدار میں زبرجد، مرمر اور سنگ سماق آیا، مرا کے جنگلوں سے سر دلوں کے لئے عرعر کی لکڑی لی گئی، جو اس قدر مضبوط تھی، کہ پادریوں کی طرح اور مذہبی تعصب نے ان کو تباہ کرنا چاہا مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے،

محراب کا قبہ اپنی آپ مثال تھا، یہ نہایت خوبصورت اور نازک محرابوں پر بنایا گیا تھا اس کے دو دروازے تھے، جن کے اوپر سنگ سبز اور لاجورد کے نہایت نازک چار ستون

---

[1] اخبار الاندلس ج۱ ص۲۶۱ [2] تمدن عرب فصل چہارم [3] مسلمانوں کا عروج و زوال ص۱۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے، اور ان کے اوپر محرابیں قائم تھیں اس محراب کا فرش سنگ مرمر کا تھا، جن میں نقش و نگار اور پھول پتیاں بنی تھیں، تھوڑے تھوڑے فاصلے سے سونے کا کام کیا ہوا تھا اس کی چھت مختلف پتھروں کو جوڑ کر تیار نہ کی گئی تھی جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ پوری چھت ایک ہی پتھر کی تھی، پہلے پتھر کو معلوم ہوتا ہے معماروں نے کھود کر بڑی سیپ کی شکل کا بنا دیا تھا اس کے بعد چھت میں لگایا تھا، یا چھت میں لگا کر کھودا اور سیپ کی شکل بنا دیا تھا، اس چھت میں کوفی خط کے کتبے تھے اور وہ سب کے سب خالص سونے کے تھے، اس کی پختگی کا تذکرہ کرتے مصنف لکھتا ہے کہ وحشی عیسائی مردم خوروں کی ساری ہولناکیوں کے باوجود، جو حصہ بچ گیا ہے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بن کر تیار ہوا ہے ان جملوں پر غور کیجئے

"حیرت تو یہ ہے کہ ہزاروں انقلاب ہو گئے، لاکھوں صدمات ان پر پڑ گئے، گیارہ صدیوں میں کروڑوں تباہ کن ہاتھوں نے ان کو پامال کرنا چاہا مگر ان کی چمک اس وقت تک ویسی کی ویسی ہی ہے، جیسی کہ اس دن کہ جب یہ بنائے گئے تھے[1]"

محراب کے اندر ممبر تھا، یہ ممبر امیر المومنین الحکم ثانی کی زیر نگرانی تیار ہوا تھا، یہ لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا جن کی تعداد ۳۶ ہزار بیان کی جاتی ہے[2]، علاوہ ازیں اس میں ہاتھی دانت، کچھوے کی کھوپڑی اور سیپ لگے تھے ان ٹکڑوں کو سونا اور چاندی کی کیلوں سے جوڑا گیا اور اس طرح جوڑا گیا تھا کہ بوقت ضرورت تمام ٹکڑوں کو علیحدہ کیا جا سکتا تھا اس کی تکمیل میں سات سال صرف ہوئے تھے اس ممبر کو دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے تھے، مزید جواہرات کی منبت کاری تھی جس سے اس کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی، کہتے ہیں اسی میں وہ قرآن پاک بھی ایک عمدہ جزدان میں رکھا ہوا تھا جس کو پڑھتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ نے جام شہادت پیا تھا، یہ ممبر خلیفہ کے خطبہ دیتے وقت استعمال ہوتا تھا۔

عین محراب کے سامنے مقصورہ تھا یعنی مسجد کا مخصوص حصہ جس میں خلیفہ، خاندان

---

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۶۳ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون ص ۳۰۲ جلد دہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی اور بڑے بڑے علماء کرام ہی جا سکتے تھے، عام لوگوں کو اس حصہ میں داخل ہونے کی اجازت
ں ہوتی تھی یہ سات ستونوں کے اوپر بنا تھا اور اس کا دروازہ محراب کی طرف کھلتا تھا، اس
ورہ کی وسعت یہ تھی، طول (۱۱۲) ایک سو بارہ فٹ اور عرض (۴۳) فٹ، اس کو خوشبودار
یوں سے گھیرا گیا تھا، گھراؤ جالیدار تھا، تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے جالیاں
طرح بنائی گئی تھیں کہ ان میں باہم فاصلہ ہونے کے باوجود باہر سے اندر کا آدمی نظر نہیں آتا
، البتہ اندر سے باہر کے آدمی دیکھے جا سکتے تھے، جالیوں کی اونچائی پچاس فٹ تھی اندر فرش
بت مناسب اور عمدہ تھا، چاندی کی اینٹیں بچھائی گئی تھیں، اور ان کو عمدگی سے باہم وصل
لیا تھا، یہ مقصورہ محل شاہی سے قریب تھا اور اس طرح سے تھا کہ خلیفہ کو آتے کوئی دیکھ
ں سکتا تھا، اس کا بڑا دروازہ جس سے امیر المومنین مقصورہ میں داخل ہوتے تھے، اس
ونے کی چادر مڑھی ہوئی تھی،

"مسجد کے دائیں جانب کے عرض میں ۳۸ اور بائیں جانب میں ۲۹ صحن تھے[۱]، صحن
جد میں پانی سے لبریز چار وسیع حوض تھے، ان حوضوں میں پانی قریب کی ایک پہاڑی سے
کے ذریعہ لایا گیا تھا، مسجد کے بازو پر ان گنت کمرے اور حجرے بنے ہوئے تھے، جن میں مسافرین
اح اور طلبہ رہتے تھے ان کی خوراک اور مہمانی کا نظم شاہی مہمان خانے سے ہوتا تھا[۲]،

مسجد کا دالان بہت وسیع تھا، مگر نسبتاً اونچائی کم تھی، اس لئے دن رات دونوں وقت
جد میں روشنی جلتی تھی، اس زمانہ میں گو بجلی کا یہ ترقی یافتہ نظم نہ تھا، مگر روشنی میں بھی ایسی ہوشمندی
ائی گئی تھی کہ حیرت زدہ ہونا پڑتا ہے اور آج اُس طرح کی روشنی عجوبہ روزگار تصور کی جائے گی
یہ گیا تھا، کہ تانبے اور چاندی کے جھاڑ بنوا کر مسجدوں میں لٹکا دئے گئے تھے جن کی تعداد اس
جد میں (۲۰۸) دو سو آٹھ تھی، ایک ایک جھاڑ میں سینکڑوں بتیاں اور چراغ تھے تیل ان چراغوں
ا خوشبودار جلتا تھا، محراب والی قندیل خالص سونے کی تھی، ان جھاڑوں میں سے ایک جھاڑ

---

[۱] مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۱۶۲　[۲] ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج دہم ص ۳۰۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جو بڑا تھا ۱۴۵۴، چودہ سو چون چراغ تھے، اس جھاڑ کا دور (۳۸) اڑتیس فٹ تھا، ا
روشنی کو بڑھانے اور تیز کرنے کے لئے چھتیس ہزار چاندی کے چمکدار ترپے جڑے ہوئے
جن کو بڑی خوبصورتی سے سونے کی کیلوں سے ملایا گیا تھا، جواہرات بھی جگہ جگہ لگے تھے جس
جھاڑ کی خوبصورتی بہت بڑھ گئی تھی مزید یہ تدبیر بھی کی گئی تھی کہ جگہ جگہ آئینے لگا دئے گئے
ان کے ذریعہ روشنی خوب کھل پڑے، چنانچہ انھی وجوہ سے اندرونی حصہ ہمیشہ دن بنا ر
ان چراغوں کی تعداد بعض لوگوں نے چار ہزار سات سو لکھی ہے ان کو سامنے رکھ کر ج
تعداد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے[1] سالانہ تیل کا خرچ چوبیس ہزار پونڈ یعنی پختہ تین سو من تھا
ایک سو بیس پونڈ یعنی ڈیڑھ من پختہ عود و عنبر اور لوبان خوشبو کے لئے جلتا تھا[2]

رمضان شریف میں خاص اہتمام ہوتا تھا بڑی چہل پہل رہتی تھی، بتیوں کا خرچ
جاتا تھا پورے رمضان شریف میں بیس ہزار چراغ جلتے تھے، ایک بہت بڑی بتی خاص
سے بنوائی جاتی تھی جس کا وزن بتیس سیر ہوتا تھا وہ مقصورہ میں جلتی تھی، بتی کے بنانے
یہ عجیب کمال رکھا گیا تھا کہ یہ بتی ٹھیک رمضان کی اخیر رات میں ختم ہو جاتی تھی، نمازیوں کا
رہتا تھا، "ہر ایک دروازے سے نمازیوں کے گروہ در گروہ سیلِ رواں کی طرح مسجد
جاتے دکھائی دیتے تھے" لوبان اور عود کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا تھا، ان سب
کمال یہ تھا کہ اس ہجوم میں محراب بہت نمایاں رہتی تھی اور امام صاف نظر آتا تھا[3]

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ جامع قرطبہ میں س
چاندی، جواہرات، اور قیمتی (اس وقت ناممکن الحصول) لکڑیاں جن کی اس زمانہ میں بڑی اہم
ہے کوئی وقعت نہ رکھتی تھیں عود و عنبر اور اگر بتیاں جلنے کے لئے بھی چاندی ہی کی مجمریں تھ
مسجد میں ایک مینار تھا جو صنعت کا بہترین نمونہ تھا، اس مینار کے متعلق ہر زما
یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا، (۲۷) ستائیس فٹ مربع اور ایک سو آٹھ ف

---

[1] اخبار الاندلس صفحہ ۶۶ و مسلمانوں کا عروج و زوال صفحہ ۱۶۳ [2] تاریخ اسپین صفحہ ۲۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فا، ریختہ ہوئے رخام کا بنایا گیا تھا، اس مینار کے لئے پتھر افریقہ سے لائے گئے تھے، اس
ین لاجوردی اور کنارے منقش تھے جن پر بہترین پھول پتیاں بنی ہوئی تھیں اس کے
ن گنبد تھے ان میں دو سونے کے تھے اور ایک چاندی کا اور ان تینوں کو ملا کر اوپر ایک
ے کا انار تھا جو بہت عمدہ اور چمکدار بنا تھا ـــــ جامع کی نگرانی اور حفاظت کے لئے
و بڑے بڑے عہدہ دار تھے جو خواجہ سرا ہوتے تھے[1]
تاریخ اسپین میں مینار کی بلندی دو سو چالیس فٹ لکھی ہے[2] اور گنبد اور انار کا بھی
ہے، سو یہ مشہور مینار امیر المومنین الناصر لدین اللہ کا بنوایا ہوا تھا۔
جب مسلمانوں پر زوال آیا اور ان کی حکومت کا چراغ گل ہوا، تو پھر وحشی عیسائیوں نے
پورے ملک کو تباہ و برباد کیا مسلمانوں کا قتل عام کیا اور جبراً ان کے مذاہب بدلوائے
وہاں انھوں نے یہاں کی مسجدوں کو بھی معاف نہ کیا، ایک دو نہیں چھ سو مسجدیں تھیں مگر
سوائے جامع قرطبہ کے کھنڈرات کے اور کسی کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا بلکہ جامع قرطبہ
انھوں نے بری طرح لوٹا کھسوٹا اور اپنے پیٹ بھرے ان کی وہ ساری چیزیں جو عجوبہ
تھیں اور بالخصوص ان کا نمونہ تعمیر ان تمام کو انھوں نے برباد کر ڈالا جس کا افسوس خود
الے یورپی مصنفین کو بھی ہے یہ تمام تفصیل جو آپ کے سامنے رکھی گئی اور یہ سارا مواد
یزہی مصنفین کا جمع کیا ہوا ہے۔

اس جامع کے اندر ایک بڑے کلیسا کی تعمیر شروع کی گئی تھی اور اس سلسلہ میں
کی دیواروں کی آرائش اور کتبوں کو بگاڑ ڈالا گیا، فرش سے پچیکاری کا کام اٹھا لیا گیا اور
ک کی منقش لکڑیاں نکال کر فروخت کر دی گئیں، تمدن عرب میں ہے کہ ایک مصلی باقی رہ
ہے جو وحشیانہ دست برد سے محفوظ ہے اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم، اس سے کچھ اندازہ
جا سکتا ہے[3]

---

[1] بار الاندلس صفحہ ۶۶۸ و صفحہ ۶۶۷ [2] تاریخ اسپین صفحہ ۲۶۵ [3] تمدن عرب فصل چہارم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑے بڑے باکمال یورپینوں نے اعتراف کیا ہے کہ اندلس کی یہ جامع قرطبہ کا بہترین نمونہ ہے اور اس سے یورپ کو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں، مسٹر اسکا(ٹ) کے اخبار الاندلس میں یہ جملے پڑھنے کے لائق ہیں۔

"اس مسجد نے مسلمانان اندلس کی دماغی ترقی اور وحشی یورپ کی تہذیب میں اتنی مدد کی ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اس زمانہ میں کوئی ایسا مذہب نہ تھا جو اپنا ایسا معبد پیش کر سکتا[1]

---

[1] اخبار الاندلس صفحہ ۶۶۲ اس مضمون کا اکثر حصہ اسی کتاب سے لیا گیا ہے ۱۲

"مصباح اللغات"

مکمل عربی اردو ڈکشنری

پچاس ہزار سے زیادہ عربی الفاظ کا جامع و مستند یہ عظیم الشان عربی اردو لغت اپنی خصو(صیات) کے لحاظ سے بے مثال ہے جہاں تک عربی سے اردو میں لغات کے ترجمے اور تشریح کا تعلق ہ(ے) آج تک اس درجہ کی کوئی ڈکشنری وجود میں نہیں آئی، سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد بڑ(ی) تقطیع کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل یہ عظیم القدر کتاب اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کی جا(تی ہے)

المنجد جو عربی لغت کی جدید کتابوں میں اس وقت سب سے زیادہ جامع اور دلپذیر سمجھی جاتی (ہے) **"مصباح اللغات"** میں نہ صرف اس کتاب کا پورا عطر کشید کر لیا گیا ہے بلکہ (اس) کی ترتیب میں عربی لغت کی بہت سی دوسری بلند پایہ اور ضخیم کتابوں سے بھی اخذ و استنباط کی صلاحیتوں کو کام میں لاکر مدد لی گئی ہے۔ جیسے قاموس، تاج العروس، اقرب الموارد، جمہرۃ اللغۃ، ابن اثیر، مجمع البحار، مفردات امام راغب، کتاب الافعال، منتہی الارب صراح وغیرہ،

"مصباح اللغات" علماء، طلباء، عربی سے دلچسپی رکھنے والے انگریزی داں اردو خواں سب کے لئے بے حد مفید ہے اور ایک کامیاب استاد و معلم کا کام دے سکتی ہے

عربی مدرسوں، کتب خانوں اور لائبریریوں کے لیئے یہ نہایت گراں قدر علمی تحفہ ہے ۱۰۲۸ صفحات سائز شاندار اور موزوں جلد خوبصورت اور موزوں ڈائی سے نام چھپا ہوا مع گرد پوش قیمت سولہ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر الامراء نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ

اور

جنگ پانی پت

(مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

(۸)

سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان بابت اپریل ۵۸ء

بادشاہ نے حکم دیا کہ جو جس کو بھاگتا ہوا دیکھے اول اس کو قتل کردے بعدہ دشمن سے نبٹے اس حکم کی تشہیر اور تعمیل سے بھاگتی ہوئی فوج کے قدم رک گئے اور جان پر کھیل کر مقابلہ مرہٹوں سے کرنے لگے۔

اس کے ساتھ ہی شاہ درانی نے یہ انتظام کیا کہ اپنی ہم رکابی کی محفوظ فوج میں سے ایک حصہ شاہ ولی خاں کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ اُدھر نجیب الدولہ بلکر وسندھیا سے فارغ ہوکر شاہ ولی خاں کی مدد پر جھک پڑا۔ بسنوا اس راؤ نجیب الدولہ کی طرف متوجہ ہوا شاہ ولی خاں کا بوجھ کا ہوگیا شاہ دُرانی نے شجاع الدولہ کو اطلاع دی کہ شاہ ولی خاں کی مدد کرد لیکن اس نے اہمال درنگ سے کام لے کر خاموش رہا اور شاہ ولی خاں کی مدد سے تغافل برتا مگر نجیب الدولہ کی انبازی نے پانسہ جنگ کا پلٹ دیا اور قلب کی لڑائی کا رخ ہی بدل گیا۔ مسلمانوں کا دھنا بازو شکستہ ہوکر کسی قدر پیچھے ہٹ گیا تھا بایاں بازو کامیاب ہوکر آگے بڑھ گیا تھا لہذا صفوف جنگ جو شمالاً جنوباً تھیں شرقاً غرباً ہوگئیں۔ یہ دوپہر کا وقت تھا اور اب انتہائی جوش سے طرفین مصروف پیکار تھے۔

شاہ پسند خاں نے گھوم کر اور لمبا فاصلہ طے کرکے مرہٹوں کے داہنے بازو پر حملہ کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹیکری سے نقشہ جنگ شاہ درانی دیکھ رہا تھا بہاؤ کی فوج شجاع الدولہ کی طرف سے بے فکر رہ کر اس کو پشت پر رکھ کر افغانوں کو گھیر رہی تھی جس سے ان پر میدان جنگ تنگ ہوتا جا رہا تھا بادشاہ نے شجاع الدولہ کی غداری آنکھوں سے دیکھی اس نے فوراً اپنی اردلی کے تین دستوں کو حکم دیا تم شجاع الدولہ کی فوج میں سے نکل کر بہاؤ کی فوج پر پشت سے حملہ کرو چنانچہ تین دستے یکے بعد دیگرے مرہٹوں پر یکایک ٹوٹ پڑے شجاع الدولہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا[1]۔ اس کے بعد بادشاہ قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر گر آہ و زاری کے ساتھ جناب باری میں دعائیں کرنے لگا ان تدابیر کا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا۔

یہ دستے ایک توپ بھی ہمراہ لیتے گئے تھے ان مٹھی بھر آدمیوں نے مرہٹوں کی ٹڈی دل فوج جس میں تین سو ہاتھی تھے پر زبردست حملہ کیا اور توپ جو چھوڑی گولہ بہاؤ کے ہاتھی پر لگا بہاؤ نیچے آ رہا اس نے سمجھا کہ شجاع الدولہ نے دغا کی کیونکہ اس کی فوج میں سے یہ دستے نکلے تھے وہ شجاع الدولہ کے سامنے آ کر گالیاں دینے لگا اس کے پہلو میں شجاع الدولہ کا ساتھی ایک گوسائیں کھڑا ہوا تھا اس نے ایک تیر بہاؤ کے سر پر رسید کیا وہ گر گیا اور دم توڑ دیا۔

مولوی سید الطاف علی بریلوی نقش سلیمانی (تاریخ افغانستان) کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ بہاؤ کا قتل عنایت خاں کے ہاتھ سے ہوا۔

جس کی تفصیل اس طور سے لکھتے ہیں۔

عنایت خاں نے اس دار و گیر میں بعد جنگ و جدل بسیار اپنے آپ کو اس گروہ میں کر جس کا بہاؤ افسر تھا قریب اس کے پہنچایا بہاؤ نے نیزہ اولاً عنایت خاں پر مارا۔ عنایت خاں نے از راہ چالاکی و چستی اپنے آپ کو نیزہ کی انی سے بچا کر برچھا اس کا بقوت تمام ہاتھ سے پکڑ کر لیا جھٹکا دیا کہ بہاؤ پشت سے اکھڑ کر فرش زمین پر گرا عنایت خاں نے شبکدستی سے سر اس کا کاٹ کر اور طبل فتح بجوا کر معاودت کی۔ زاں بعد عنایت خاں نے حاضر ہو کر سر بہاؤ احمد شاہ درانی کی پیش کش کیا[2]۔

---

[1] تذکرۂ عالم [2] حیات حافظ رحمت خاں صفحہ ۱۰۵

© rasailojaraid.com